© rasailojaraid.com

حاصل ہو تو بزورِ شمشیر دین کو برپا کرنا ضروری ہے۔ اُن کے نزدیک اس طرح کے قتال میں کفار اور فاسق مسلمانوں کی حیثیت یکساں ہے۔ علامہ زمخشری بھی اس مسلک سے مکمل طور سے متفق ہیں قرآن کی آیت یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ اے نبی کفار اور منافقین دونوں کا پوری قوت سے مقابلہ کرو اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ آخر کار ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین جگہ قرار ہے[1] کے تحت لکھتے ہیں کہ کفار سے تلوار کے ذریعہ جنگ کرو۔ منافقین سے حجت کے ذریعہ اور ان دونوں جہادوں میں سختی سے کام لو اور اُن سے ذرا بھی نہ گھبراؤ اور ہر وہ شخص جس کے عقیدے میں کسی خرابی کی اطلاع ملے اس کے سلسلے میں قرآن کا یہ حکم ثابت ہے کہ[2] اُن سے حجت کے ذریعہ جہاد کیا جائے گا۔ اور اس میں جہاں تک ممکن ہو سختی سے کام لیا جائے گا۔ غرض یہ کہ علامہ زمخشری نے الکشاف کی تفسیر معتزلہ کے بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی ہے اور ان عقائد کے ثبوت میں پوری صلاحیتیں صرف کر دی ہیں۔

علامہ زمخشری نے اپنی شہرت یافتہ تفسیر میں دو مقاصد کو سامنے رکھا ہے سب سے پہلا اور غالباً اہم تر مقصد یہ ہے کہ اس تفسیر کے ذریعہ مسلک اعتزال کی خدمت کی ہے۔ مثال کے طور پر اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں دیدارِ خداوندی ضرور ہوگا۔ آخرت میں رویت کا نہ صرف وقوع بلکہ وجوب، اُن کے نزدیک قرآن وسنت صحیحہ ثابت ہے صحیح بخاری کے الفاظ ہیں:۔ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ۔ بدر کی رات رسول اللہ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تم اپنے رب کو قیامت کے دن ایسا ہی دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کی رویت میں کچھ بھی شک نہیں کرو گے[3] قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ[4] اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں[5] لیکن معتزلیوں نے حدیث اور آیت دونوں کی تاویل کر دی اور آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا انکار کر دیا۔ معتزلہ نے حدیث کے راویوں کی تکذیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اور اسناد پر طعن کیا۔ حدیث کے رواۃ پر تو صحیح یا غلط کی جرح کی جا سکتی ہے مگر راویوں کی تکذیب کا حربہ قرآنی آیات میں نہیں چل سکتا تھا لیکن قرآن میں تاویل کا ہتھیار استعمال کیا اور ناظرۃ کی تاویل کرتے ہوئے اس کا مفہوم نظر رویت کے بجائے نظر انتظار کر دیا۔ علامہ زمخشریؒ نے بھی اُن تمام آیات کی جس سے رویت کا اثبات ہوتا ہے معتزلی نقطۂ نظر سے تاویل کر دی۔ سورۂ اعراف میں آتا ہے وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ جب وہ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر پہونچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے التجا کی کہ اے رب مجھے یارائے نظر دے کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا جب ہوش آیا تو بولا پاک ہے تیری ذات، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا میں ہوں[۱] علامہ زمخشریؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر رویت مستحیل ہے تو حضرت موسیٰؑ جیسی ہستی کی طرف سے رویت کا مطالبہ کیسے ہوا، علامہ زمخشری نے اس کا جواب دیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی درخواست درحقیقت یہ تھی ہی نہیں کہ وہ بطور خود اپنے لئے دیدار چاہتے تھے طلب دیدار کے ذریعہ وہ صرف ان لوگوں پر ان کی غلطی واضح کرنا چاہتے تھے جو رویت رب کا مطالبہ کر رہے تھے اور اس کے بغیر ایمان لانے پر آمادہ نہ تھے[۱۸] اسی طرح علامہ زمخشریؒ رویت کا انکار کر کے مسلک اعتزال کے مطابق قرآن کی تاویل کی ہے۔

الکشاف کی تالیف کا دوسرا اہم ترین مقصد یہ تھا کہ قرآنی فصاحت و بلاغت کے دقائق کو منظر عام پر لایا جائے اور اس طرح قرآنی اعجاز کی بنیادوں کو استوار کرتے ہوئے اس کی لطافتوں اور نزاکتوں کے جمال کو بے نقاب کیا جائے۔ علامہ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کی تفسیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں لکھتے ہیں کہ آدمی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ھُدًی لِلضَّالِّین کیوں نہیں کہا گیا۔ زمخشری لکھتے ہیں کہ قرآن نے یہاں ایجاز سے کام لیا ہے۔ ضالین میں ۲ دو قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں، ایک وہ جن کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے کہ روش گمراہی ترک نہیں کریں گے قرآن کی اصطلاح میں یہ مطبوع علی قلوبہم ہیں۔ قرآن ان کے لئے ہدایت نہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو سیدھے راستے کو اختیار کرلیں گے۔ ان لوگوں کے لئے قرآن یقیناً ہدایت ہے۔ اس پورے مفہوم کو اگر تفصیل سے ادا کیا جاتا تو کہنا پڑتا ھدًی للصائرین الی الھدی بعد الضلال۔ اس تطویل کے بجائے قرآن نے ایجاز سے کام لیتے ہوئے ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن سے اس مفہوم کو ادا کر دیا[19] علامہ زمخشریؒ کی تفسیر انھیں دونوں مقاصد کے گرد گھومتی نظر آتی ہے اور حق تو یہ ہے کہ علامہ نے ان دونوں مقاصد کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔

زمخشری کی تفسیر الکشاف عالمِ اسلام میں اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے کافی مقبول اور متداول ہے عربی زبان و ادب کے ادا شناس ہر دور میں علامہ کی اس تفسیر سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ الکشاف کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ علامہ نے اپنی تفسیر میں فنِ بلاغت کے اصولوں کا عملی انطباق کیا ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے اعجازِ قرآنی کے اثبات و اظہار کے لئے بلاغت کے اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک ایسی تفسیر لکھی ہے جو اپنی خصوصیات کے لئے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اور قرآن کا ہر طالبِ علم قرآنی بلاغت کا علم حاصل کرنے کے لئے بلا اختلاف مذاق و مسلک الکشاف کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ لقمان کی مندرجہ ذیل آیت دیکھئے:۔ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا۔ لوگو بچو اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جبکہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا[20] اس آیت میں ولا مولود ھو جاز عن والدہ شیئاً جملہ اسمیہ ہے اور اس کا معطوف علیہ جملہ فعلیہ۔ طرزِ ادا میں یہ فرق کیوں ہے اور اس کا کیا مقصد ہے۔ زمخشریؒ بتاتے ہیں کہ اس جملہ کو اسمیہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ میں تاکید جملہ فعلیہ سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں اس تاکید میں مزید اضافہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مولود" اور "ہو" کے الفاظ کے ذریعہ کیا گیا ہے یعنی ایک جملہ کو دوسرے سے زیادہ موکد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں روئے خطاب دراصل مومنین کی طرف ہے جن کے آباء واجداد دین جاہلیت پر اور حالت کفر میں ختم ہوئے قرآن نہایت صاف طریقے سے یہ بات بتا دینا چاہتا ہے کہ یہ مومنین آخرت میں اپنے ان آباء و اجداد کے کام نہ آسکیں گے اور نہ اُن کی سفارش کر سکیں گے۔ چنانچہ قرآن نے اس اسلوب کو اختیار کیا جس میں تاکید زیادہ پائی جاتی ہے مولود کے لفظ کے ذریعہ تاکید کا مفہوم یہ ہے کہ ولد کا لفظ تو بیٹے پوتے وغیرہ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر مولود صرف صلبی اولاد کو کہہ سکتے ہیں۔ مولود کا لفظ لاکر اس بات کی وضاحت اور تاکید کردی گئی کہ صلبی اولاد جس سے قریب ترین رشتہ ہوتا ہے وہ بھی آخرت میں اپنے باپ کے کسی کام نہ آسکے گی چہ جائیکہ دادا اور پردادا کے جو باپ سے بہرحال دور ہیں لے۔

قرآن کا یہ اسلوب بہت زیادہ نمایاں ہے کہ قرآن نے احکام، قصص اور پند نصائح کو مختلف پیرایوں میں مختلف اوقات میں دہرایا ہے اس تکرار کی حکمت، اس کی بلاغت اور نفس انسانی پر اس کی اثر انگیزی کی وضاحت کے لئے علامہ زمخشری سوال اٹھاتے ہیں کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنا دیا ہے پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا لے اس آیت کو بار بار لانے کا مقصد کیا ہے؟ پھر اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں کہ قرآن صرف بتانا نہیں چاہتا ہے کہ اس کی تعلیمات یہ ہیں بلکہ ان تعلیمات کو انسانوں کے دلوں میں جاگزیں کرنا چاہتا ہے قلب و نظر کی گہرائیوں میں قرآن کی تعلیمات کو پیوست کرنے کی یہی صورت ہے کہ مختلف پیرایوں میں بار بار انھیں پیش کیا جائے تاکہ دل میں اس طرح رچ بس جائیں کہ انسان اس کو کوشش کے باوجود نہ بھولے سلے۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ نفسیاتی اعتبار سے وعظ و نصیحت ہے ہی ایسی چیز کہ آدمی کی طبیعت ادھر آنا نہیں چاہتی نفس کو بندشیں اور پابندیاں اس کو بہت گراں گذرتی ہیں۔ نفس انسانی کی یہ خصوصیت تکرار کی داعی ہوتی ہے سلے بلاغت کا تقاضہ ہے کہ اہم بات کو ابھار کر پیش کیا جائے اور مخاطب کی نفسیاتی کیفیت کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ قرآن تکرار کے ذریعہ بلاغت کے اس اہم بات کو ابھار کر پیش کیا جائے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخاطب کی نفسیاتی کیفیت کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے ۔ قرآن تکرار کے ذریعہ بلاغت کے اس اہم تقاضے کو کیسے پورا کرتا ہے اس بات کو علامہ زمخشریؒ سورہ شعراء میں وارد شدہ قصص پر گفتگو کرتے وقت واضح کرتے ہیں کہ اس سورہ میں پچھلی بہت سی قوموں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ہر واقعے کی ہلاکت اور تباہی کے انجام کو واضح کر کے اس طرح ختم کیا وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ[۲۹] علامہ زمخشریؒ بتاتے ہیں کہ شروع اور آخر کے جملوں کی تکرار اس وجہ سے ہوئی ہے کہ مذکورہ واقعات میں سے ہر واقعہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے اور اپنی عبرت انگیزی کی خصوصیت، کے لحاظ سے ایک منفرد حیثیت کا مالک ہے اس لئے ضروری تھا کہ ہر واقعہ کو علیحدہ علیحدہ اس طرح ابھار کر پیش کیا جائے کہ اس کی انفرادی شان برقرار رہے ۔ یہ نفسیاتی غایت اس اسلوب تکرار کے علاوہ کسی دوسری طرح سے حاصل نہیں ہوگی ۔ اس کے علاوہ وہ بتاتے ہیں کہ یہ واقعات ان لوگوں کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں ۔ جو حق بات سننے کے لئے تیار نہ تھے ۔ اور تکذیب پر کمر باندھے ہوئے تھے ۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ ہر واقعے کے ساتھ پوری وضاحت سے یہ بات بار بار بتائی جائے کہ تکذیب کا انجام ہلاکت و بربادی ہے ۔ اور باری تعالیٰ رحیم ہونے کے ساتھ مجرموں کو سزا دینے پر بھی قادر ہے اس طرح علامہ زمخشریؒ نے اپنی تفسیر الکشاف میں اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ قرآن کے بلاغتی و ادبی نکات کو مکمل طور سے واضح کیا جائے چنانچہ علامہ اپنے اس مقصد میں ایک حد تک کامیاب ہیں ۔ اور علوم دینیہ کے شیدائی ' عربی زبان و ادب کے ادا شناس اس تفسیر سے استفادہ کرنے پر مجبور ہیں ۔ پروفیسر فضل الرحمٰن اپنی کتاب " زمخشریؒ کی تفسیر الکشاف ایک تحلیلی جائزہ " میں رقمطراز ہیں کہ قرآن کی زبان اور اس کے بیان کی بلاغت ' حسن ادا ' بدیع الاسلوبی ' نظم قرآنی کی فنی لطافتیں اور اس کے اسالیب کی ادبی نزاکتیں زمخشری کی تفسیر کے خاص موضوع ہیں ۔ وہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کے ادبی حسن و جمال کا کوئی نکتہ اور کوئی دقیقہ ایسا نہ رہنے پائے جسے ان کا قلم ثبت نہ کر دے لیکن ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی فصاحت و بلاغت کے خیرہ کن جمال کی تنویر ان کی زبان توصیف کو گنگ کر دیتی ہے اور وہ مبہوت و ہوش رفتہ ہو کر رہ جاتے ہیں : ۔ وہ تحریر کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ۔ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۔ آج تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خوب جمے ہوئے ہیں مگر اس وقت یہ بادلوں کی طرح اُڑتے ہوں گے ۔ یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ استوار کیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو ۔ جو شخص بھلائی لیکر آئے گا اُسے اس سے زیادہ بہتر صلہ ملے گا اور ایسے لوگ اس دن کے ہَول سے محفوظ ہوں گے اور جو بُرائی لئے ہوئے آئیگا ایسے سب لوگ اوندھے منھ آگ میں پھینکے جائیں گے کیا تم لوگ اس کے سوا کوئی اور جزا پا سکتے ہو کہ جیسا کرو ویسا بھرو [۲۶] ۔ ان آیات قرآنی کی معنوی لطافتیں زمخشری پر اسی طرح کی کیفیات طاری کر دیتی ہیں اور وہ پکار اُٹھتے ہیں فانظر الی بلاغة هذا الكلام وحسن نظمه و ترتيبه ومكانة اضماره ورصانة تفسيره واخذ بعضه بحجز بعض كانما افرغ افراغا واحدا ولامر ما اعجز القوى واخرس الشقاشق منصف مزاج جاننے والے کے نزدیک یہ قوی استدلال اور نادر اسلوب خود اپنی زبان سے بول رہا ہے کہ یہ انسان کا کلام نہیں علامہ زمخشریؒ خود ایک جگہ لکھتے ہیں کہ کتاب اللہ کے اسرار و دقائق میں وہ لطافتیں پنہاں اور اُن میں وہ باریکیاں پوشیدہ ہیں کہ اچھے پڑھے لکھے بھی ان کے ادراک سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں [۲۷] ۔ غرض یہ کہ قرآنی بلاغت کے علم کے میدان میں علامہ زمخشریؒ یکہ و تنہا شہسوار ہیں ۔ تفسیر الکشاف قرآنی بلاغت کا واضح ثبوت ہے ۔

الکشاف کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علامہ نے قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کرنے کو ترجیح دی ہے سورۂ ہود کی آیت ۔ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ۔ اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہینگے ۔ جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں اِلّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے" کی تفسیر دیکھیے ۔ زمخشری لکھتے ہیں القرآن يفسر بعضه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض حصّہ قرآن خود اپنی تفسیر آپ کرتا ہے [28]۔ اس سے معلوم ہوا کہ علامہ کا اس بات پر عقیدہ ہے بلکہ علامہ کا ایک بنیادی تفسیری اصول ہے کہ قرآن کے ایک حصّے کی تشریح قرآن کے دوسرے مقامات سے کی جانی چاہیے۔ تارکین زکوٰۃ کے بارے میں قرآن کہتا ہے:-
یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن یَأْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جو کچھ مال متاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔ [29] اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن تارکینِ زکوٰۃ کو کافر ٹھہرا رہا ہے فرائض کا تارک اور گناہ کبیرہ کا مرتکب معتزلہ کے نزدیک کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے جس کو معتزلہ کی اصطلاح میں المنزلة بين المنزلتين کہتے ہیں۔ علامہ زمخشریؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ معتزلہ کا خیال ہے کہ زکوٰۃ کے تارکین ہی ظالم ہیں۔ اور آیت میں "الکافرون" معنی میں شدت پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے جیسا کہ حج کے متعلق جو آیت سورۃ آل عمران میں بیان ہوئی ہے اس کے آخر میں ولم یحج کی جگہ من کفر کہا گیا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ انھوں نے زکوٰۃ کے نہ دینے کو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ کفار کی صفات میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ حج کا چھوڑنے والا ویسا ہی کافر ہوا جیسا زکوٰۃ کا چھوڑنے والا کافر ہوتا ہے۔ اور ان دونوں آیتوں میں جو صفت بیان کی گئی ہے اس سے شدت مقصود ہے [30]۔ علامہ زمخشری رہ کے نزدیک سب سے بہترین اور قابلِ ترجیح تفسیر وہ ہے جو خود قرآن سے کی گئی ہو۔ علامہ الکشاف میں رقمطراز ہیں اسد المعانی ما دل علیہ القرآن [31] چنانچہ آپ نے قرآن کی تفسیر قرآن سے کی ہے لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِینَ أَوْلِیَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِینَ مؤمنین اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور یار و مددگار ہرگز نہ بنائیں [32]۔ اس آیت میں کافرین سے دوستی اور ان سے قربت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ علامہ اس مفہوم کی تائید میں قرآن مجید کی دوسری آیات کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کرتے ہیں۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہیں میں ہے یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے[۳۳] اس طرح سے علامہ نے پوری کوشش کی ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کریں۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے نہ ملنے کی صورت میں علامہ نے دوسرے ماخذ کی طرف رجوع کیا ہے۔

علامہ زمخشری کی تفسیر کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ علامہ نے اپنی تفسیر میں تفسیر بالماثور کے میلان کو نمایاں جگہ دی ہے جو علامہ کے سنت کو ماخذ دین سمجھنے کی ایک بڑی دلیل ہے۔ علامہ زمخشری کے نزدیک قرآن کے بعد سنت، اجماع، عمل صحابہ، اجتہاد و قیاس سب کے سب دین کے ماخذ ہیں۔ چنانچہ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ کی تفسیر میں سنت کے ماخذ دین ہونے اور بیان قرآن ہونے پر گفتگو کرتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ تبیانا لکل شیئ ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ قرآن میں دین کے سارے احکام اپنی پوری تفصیلات و جزئیات کے ساتھ موجود ہیں بلکہ سارے دینی امور کو بیان کرنے کی صورت قرآن نے یہ اختیار کی ہے کہ بعض امور پر نصوص قائم کر کے بعض دیگر امور کو سنت کے حوالے کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ اجماع پر رغبت دلائی ہے اور خود حضورؐ نے صحابہ کرام کے اتباع و اقتدار کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ ان صحابہ کا طریقہ اجتہاد و قیاس رہا ہے اور ان حضرات نے ان دونوں کے اصولوں کو مدون کیا ہے۔ چنانچہ سنت اجماع، قیاس اور اجتہاد یہ سب تبیان کتاب کی مختلف شکلیں ہیں اور ان سب کے اجتماع سے قرآن تبیانا لکل شیئ کا مصداق بنتا ہے[۳۴]۔ کشاف میں آیات کی توضیح و تشریح کے لئے رسول اللہ کی احادیث کے علاوہ صحابہ کی تفسیری روایات و اقوال اور تابعین کی تشریحات قدم قدم پر ملتی ہیں۔ علامہ زمخشری کی تفسیر کی ایک خامی یہ ہے کہ انھوں نے تفسیری روایات کو اپنی تفسیر میں جگہ تو دی لیکن تفسیری روایات کو بغیر چھان پھٹک کے اور تنقید سے بالاتر سمجھتے ہوئے

(باقی صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول کر لیا ہے۔ ایسے مواقع شاذ و نادر ہی ملتے ہیں جہاں علامہ نے اپنی تنقیدی صلاحیتوں کا جوہر دکھایا ہے۔ لیکن یہ بات قابل تعریف ہے کہ جہاں بھی تنقید کی ہے اُن کی تنقید بہت ہی وزن دار رہی ہے۔ اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا۳۵ کی تفسیر میں حسن بصری کی رائے لکھتے ہیں کہ امام حسن سے مروی ہے کہ فی منامک کا مطلب فی عینک ہے۔ کیونکہ نیند کی جگہ آنکھ ہی ہے جیسا کہ قطیفہ کو آرام گاہ کہا گیا ہے کیونکہ اس میں سویا جاتا ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے حسن بصری کی تفسیری روایت پر تنقید کرتے ہوئے اپنے ادبی ذوق اور قرائن کی شہادت کو استعمال کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس روایت کے حسن بصری سے انتساب میں کوئی کمزوری ہے۔ کیونکہ حسن بصری کی اس تفسیر میں کلام عرب اور اس کی فصاحت کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا گیا ہے۳۶۔

(آخری قسط آئندہ)

اسلام کا نظام حکومت

مؤلف:- مولانا حامد الانصاری غازی

اس کتاب میں اسلام کی ریاست عامہ کا مکمل دستور اساسی اور مستند ضابطۂ حکومت پیش کیا گیا ہے۔ یہ عظیم الشان تالیف اسلام کا نظام حکومت ہی پیش نہیں کرتی بلکہ نظریۂ سیاست و سلطنت کو بھی منظر عام پر لاتی ہے۔ طرز تحریر زمانۂ حال کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

ہمارے لٹریچر میں یہ پہلی کتاب ہے جو قانون قرآن، نبوت، دستور صحابہؓ کے علاوہ اسلام کے علماء اجتماعیات کی بے شمار کتابوں اور عصر حاضر کے نوشتوں اور رسالہا سال کی عرق ریزی کے بعد سامنے آئی ہے۔

صفحات ۴۶۴، بڑی تقطیع

قیمت ۵۰ روپے، مجلد اعلیٰ کوالٹی ۷۰ روپے۔

ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصر میں عربی صحافت کی ابتدار

امتیاز احمد اعظمی ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی - علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

(۳)

چوتھا دور

یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزوں کے خلاف شدید قسم کی شورش بپا تھی اور آزادی کی صدائے بازگشت چہار جانب سے بلند ہو رہی تھی مختلف وطنی و قومی تحریکیں قائم ہو رہی تھیں چنانچہ ایسے دور میں اخبارات و رسائل کو غیر معمولی اہمیت و مقبولیت حاصل ہوئی خاص و عام کو صحافت سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ تمام لوگوں کو صحافت کی افادیت کا احساس ہوا۔ خود فن صحافت میں تفنن و تنوع پیدا ہوا۔ حالات حاضرہ پر خاص طور پر بحث شروع ہوئی کثرت سے تبصرے بھی شائع ہونے لگے۔ اس طرح متعدد نئے گوشے صحافت کی دنیا میں نظر آنے لگے۔ اخبار "اللواء" نے "حدیث الیوم" کے نام سے ایک نیا کالم شروع کیا جس میں روزمرہ پیش آنے والے واقعات پر تفصیلی و تحقیقی نظر ڈالی جاتی۔ اس کے علاوہ غیر ملکی خطوط اور یورپ کی ڈاک بھی شائع ہونے لگی۔

ایک دوسری اہم شئی یہ نظر آئی کہ رؤسا و امراء کو بھی اس فن سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اخبارات کے اجراء و اشاعت میں مختلف کمپنیوں نے اہم رول ادا کیا۔ اس طرح صحافت کو ارتقائی مراحل طے کرنے کا زریں موقع ہاتھ آیا۔ سب سے قبل "اللواء" کو ایک کمپنی کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ ۱۹۰۷ء میں "الجریدۃ" کو بھی ایک کمپنی کا تعاون حاصل ہوا۔

© rasailojaraid.com